

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خلاصہ تفسیر قرآن (پارہ نمبر:2)

الحمدللہ آج دوسرے پارے کی تلاوت کی گئی ہے۔اس پارے میں بھی سورۃ البقرۃ ہی ہے،گزشتہ روز آپ نے سنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آل ابراہیم کی ایک شاخ بنی اسرائیل کو جو دنیا کی امامت عطا کی تھی، پھران کی سرکشیوں کے سبب انھیں اس منصب جلیلہ سے معزول کر دیا گیا۔دوسرے سپارے میں سورۃ البقرۃ کا جو حصہ بیان ہوا ہے،مضامین کے اعتبار سے تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلا حصہ

خلافت ارض اور امامت عالم کے منصب کی تبدیلی:

پارے کے آغاز میں بتایا ہے کہ امامت عالم کے اس عظیم منصب پر آل ابراہیم کی دوسری شاخ بنو اسماعیل یعنی محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو سرفراز کر دیا گیا ہے۔اس منصب جلیلہ کی تبدیلی بڑی نشانی کے طور پر امت محمدیہ کا قبلہ تبدیل کر دیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ (سورة البقرة:143)

اور اسی طرح ہم نے تمہیں سب سے بہتر بنایا،تا کہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے اور ہم نے وہ قبلہ جس پر تو تھا،مقرر نہیں کیا تھا مگر اس لیے کہ ہم جان لیں کون اس رسول کی پیروی کرتا ہے،اس سے (جدا کر کے) جو اپنی دونوں ایڑیوں پر پھر جاتا ہے اور بلاشبہ یہ بات یقیناً بہت بڑی تھی مگر ان لوگوں پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کر دے۔بے شک اللہ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا،نہایت رحم والا ہے۔

چونکہ قبلہ اول یعنی مسجد اقصیٰ کی تعمیر بنی اسرائیل کے سربراہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے کی تھی،اور بنی اسرائیل نے اسے ذاتی اور خاندانی جاگیر سمجھ رکھا تھا۔اسے قبلہ کے منصب سے ہٹا کر قبلہ ہونے کا اعجاز کعبۃ اللہ کو عطا

کیا گیا۔ جسے بنی اسماعیل کے بابا سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ یہ دونوں باتیں تورات میں یہود کو بتادی گئی تھیں کہ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو نبوت تمہارے بھائیوں کو دے دی جائے گی اور جب منصب تبدیل ہوگا تو قبلہ بھی تبدیل کردیا جائے گا۔

قبلہ:

قبلہ اس جگہ اور مقام کو کہا جاتا ہے جس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی جاتی ہے، جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے، مُردوں کو قبروں میں قبلہ کے رخ لٹایا جاتا ہے، اس کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے قضائے حاجت کرنا منع ہے اس کے علاوہ بھی دین کے بہت سے معاملات کا قبلہ سے تعلق ہوتا ہے اس لئے قبلہ کسی بھی قوم کی ذہنی اور عملی جہت کا تعین کرتا اور ملتوں کی علامت اور نشانی ہوتا ہے۔

تعمیر کعبہ:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے مل کر کعبۃ اللہ کی تعمیر فرمائی تھی اور اسے اسلام کے پانچویں رکن حج کا مرکز قرار دیا گیا تھا۔ ان کے چالیس برس کے بعد سیدنا یعقوب علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی، اسے مسلمانوں کے لئے قبلہ یعنی نماز کی جہت قرار دیا گیا۔ اس لئے یہود، عیسائی اور مسلمانوں کا مشترکہ طور پر قبلہ بیت المقدس یعنی مسجد اقصیٰ تھی۔

تحویل قبلہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے نبوی زندگی کے تیرہ سال تک اور مدینہ میں پہنچ کر تقریباً سولہ یا سترہ مہینوں تک مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ پھر اللہ نے اپنے وعدے کے مطابق قبلہ تبدیل کر کے مسلمانوں کے لئے بیت اللہ کو قبلہ قرار دے دیا۔ یعنی مسلمانوں کے لئے حج کا مقام اور قبلہ ایک ہی جگہ کو قرار دے دیا گیا۔ اس کے بہت سارے مقاصد ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمان عیسائیوں اور یہودیوں سے الگ تھلگ رہیں۔ ان کی تہذیب اور ان کا کلچر مسلم تہذیب سے غلط ملط نہ ہوں، اور اس پر غالب نہ آسکے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ میں جانے سے ہمیں منع نہیں کیا، لیکن مکہ میں کافروں کے داخلے پر پابندی لگادی۔ اس لئے ہمیں دوسرے معاملات میں بھی یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرنے سے بچنا چاہئے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)

جو مسلمان جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، وہ انھیں میں سے سمجھا جائے گا۔

صحیح۔سنن ابی داود:4031

دوسرا حصہ

دوسرے حصہ میں مسلم معاشرے اور اسلامی تہذیب سے تعلق رکھنے والے احکام ومسائل بیان ہوئے ہیں:

جب مسلم معاشرے اور اسلامی تہذیب کی شناخت قائم ہوگئی تو پارے کے دوسرے حصہ میں اس سے تعلق رکھنے والے احکام ومسائل بیان کئے گئے ہیں اور سب کے سب اہم ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے مومنوں کی شدید محبت:

اسلام میں سب سے پہلی چیز اللہ پر ایمان لانا ہے۔اس کے بغیر کوئی بھی شخص مسلمان نہیں بن سکتا اور اللہ پر ایمان لانے کا مطلب صرف مان لینا نہیں، بلکہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر اللہ سے تعلق اور محبت کرنا اور پھر اس محبت کا اظہار اطاعت سے ہو۔تب آدمی سچا مسلمان، اور پکا مومن بنتا ہے،جیسا کہ اللہ نے فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ

(سورة البقرة:165

اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو غیر اللہ میں سے کچھ شریک بنالیتے ہیں، وہ ان سے اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں اور وہ لوگ ایمان لائے، اللہ سے محبت میں کہیں زیادہ ہیں۔

یعنی مومن سب سے زیادہ اپنے رب سے محبت کرتے ہیں، جبکہ مشرک اللہ کی بجائے سب سے زیادہ اپنے پیروں فقیروں سے کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ ہمارے کام آئیں گے، جبکہ قیامت کے دن جب وہ عذاب دیکھ لیں گے، تو ان کی محبت اور تعلق کا صاف انکار کردیں گے۔

اصل نیکی کیا ہے؟

بہت سارے لوگ محض مسلمان ہونے اور قبلہ کے احترام کو کافی سمجھ لیتے ہیں، اعمال میں کوتاہی کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی محبت اور احترام ہی ہماری نجات کے لئے کافی ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

(سورۃ البقرۃ :177

نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو اور لیکن اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ، یوم آخرت، فرشتوں، کتاب اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال دے اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں، مسکینوں، مسافر، مانگنے والوں کو اور گرنیں چھڑانے میں۔ اور نماز قائم کرے، زکوٰۃ دے اور جو اپنا عہد پورا کرنے والے ہیں جب عہد کریں اور خصوصاً جو تنگ دست اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہا اور یہی بچنے والے ہیں۔

یعنی سچے مومن وہی ہیں جو رسمی مسلمان نہیں بنتے بلکہ ان کی زندگیوں میں اصل اہمیت ایمان، عبادات اور حقوق کی ادائیگی کو ہوتی ہے

آیات نمبر 178 سے لیکر 182 تک قصاص، دیت اور وصیت کے احکام بیان ہوئے ہیں۔

184 سے 187 تک روزوں کے احکام کا تذکرہ ہے جو کئی دنوں سے آپ سن رہے ہیں۔

رشوت ستانی حرام ہے:

روزوں کے احکام کے فوراً بعد رشوت لینے، دینے اور اس کے ذریعہ بننے سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (سورۃ البقرۃ:188

اور اپنے مال آپس میں باطل طریقے سے مت کھاؤ اور نہ انہیں حاکموں کی طرف لے جاؤ، تاکہ لوگوں کے مالوں میں سے ایک حصہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ، حالانکہ تم جانتے ہو۔

روزے کی آیات کے بعد اسے لانے کا مقصد یہ ہے کہ جب اللہ کے حکم پر کچھ وقت کے لئے حلال چیزوں کو چھوڑ دیا ہے تو اس کا لازمی تقاضا ہے کہ جو چیزیں ابدی طور پر حرام ہیں انھیں ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

جہاد اور انفاق:

جب امت محمد کو امامت عالم کا منصب تفویض کر دیا گیا تو اس کا لازمی تقاضا ہے کہ اس دین کی اشاعت اور تنفید کے لئے ہر طرح کی کوشش بجالائیں، دعوت بھی دیں، جہاد بھی کریں اور اللہ کے راستے میں مال بھی خرچ کریں، کیونکہ اللہ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرنا زندگی ہے اور دنیا سے محبت ہلاکت ہے اللہ نے

فرمایا:

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ
(سور ۃ البقرۃ:195

اور اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت کی طرف مت ڈالو اور نیکی کرو، بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ایک جنگ میں ایک مسلمان نوجوان کافروں کی صفوں میں گھس گیا اور شہید کے رتبے پر فائز ہو گیا، بعض لوگوں نے کہا: اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا ہے اور یہ حرام ہے، وہاں پر سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ موجود تھے، جب انھوں نے یہ بات سنی تو سب لوگوں کو اکٹھا کیا اور فرمایا:

تم کافروں کی صفوں میں گھس کر جہاد کرنے والے کے متعلق کہتے ہو کہ اس نے ہلاکت اختیار کی ہے، اللہ کی قسم یہ آیت ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے، اور ہم نے انھیں جگہ دی، جہاد کا سلسلہ شروع ہوا تو ہم نے ہر چیز سے بے پرواہ ہو کر جہاد میں حصہ لیا، اس سے ہمارے کھیت، باغات اور تجارت تباہ ہو گئی، تو ہمارے کچھ لوگوں نے سوچا کہ اب اسلام مضبوط ہو گیا ہے، اب ہم جہاد کو چھوڑ کر کچھ وقت اپنی تجارت اور کھیت کھلیانوں کو دیں، تا کہ انھیں درست کر لیں تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاد اور دین کو چھوڑ کر دنیا میں پڑ و گے تو گویا تم نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا۔ لہٰذا ہرگز تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

منافقین کی چند نشانیاں:

اللہ تعالیٰ نے منافقین کی ایک ایک نشانی کھول کھول کر بیان کی ہے، تا کہ مسلمان ان کی سازشوں سے محفوظ رہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ
وَإِذَا تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ وَإِذَا
قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ(سورة البقرة :204/206

اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جس کی بات دنیا کی زندگی کے بارے میں تجھے اچھی لگتی ہے اور وہ اللہ کو اس پر گواہ بناتا ہے جو اس کے دل میں ہے، حالانکہ وہ جھگڑے میں سخت جھگڑالو ہے۔ اور جب واپس جاتا ہے تو زمین میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، تا کہ اس میں فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو برباد کرے اور اللہ فساد کو

پسند نہیں کرتا۔اور جب اس سے کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈر تو اس کی عزت اسے گناہ میں پکڑے رکھتی ہے، سو اسے جہنم ہی کافی ہے اور یقیناً وہ برا ٹھکانا ہے۔

یعنی منافق زبان اور گفتگو کے اعتبار سے بڑا شیریں زبان اور گفتگو کا شہسوار ہوتا ہے اور بات بات پر اللہ کی قسم اٹھا کر لوگوں کو اپنی بات کا یقین دلاتا ہے، لیکن عمل کے اعتبار سے دیکھیں تو نہایت بدقماش اور فسادی ہوتا ہے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے جاتے، اور جب ایسے کاموں پر اسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو وہ اپنی اصلاح کرنے کی بجائے اپنی عزت اور معاشرے میں بنے ہوئے اپنے مقام ومرتبہ کو دیکھتا ہے، اور اسی مطابق کام کرتا ہے۔

اللہ کے راستے میں تکالیف برداشت کرنا:

آج کتنے لوگ ہیں جو گرمی کے ڈر سے روزہ نہیں رکھتے، دکان بند کر کے نماز پڑھنے نہیں جاتے، کہ کا ہک مڑ نہ جائے، اس کے باوجود خود کو جنت کا مستحق سمجھتے ہیں، حالانکہ جنت کا راستہ مشکلات اور مصائب سے ہو کر گزرتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ (سورة البقرة :214

یا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک تم پر ان لوگوں جیسی حالت نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے، انہیں تنگدستی اور تکلیف پہنچی اور وہ سخت ہلائے گئے، یہاں تک کہ رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، کہہ اٹھے اللہ کی مدد کب ہو گی؟ سن لو بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔

سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ، خباب بن ارت رضی اللہ عنہ یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی سمیہ کو دیکھ لیں انھوں نے اسلام کے لئے کتنی کتنی تکالیف برداشت کیں، ان کے مقابلے میں ہم معمولی معمولی تکالیف تو دور کی بات ہے، اگر اسلام اور کوئی حقیر سا مفاد بالمقابل آ جائے تو ہماری اکثریت مفاد کے حصول کے لئے اسلام کو چھوڑ دے گی، اسلام کے لئے مفاد کو نہیں چھوڑے گی، ان کے لئے یہ پیغام ہے کہ جنت کو حصول اتنا آسان نہیں ہے۔

تیسرا حصہ

اس حصہ میں مسلمانوں کے خانگی معاملات سے متعلق ہدایات دی ہیں، اس لئے کہ اگر گھروں کا نظام

بگڑ جائے تو معاشرہ برباد ہو جایا کرتا ہے۔

نکاح اور شادی کے لئے اولین شرط ایمان ہے:

نکاح کا مطلب زندگی بھر کا ساتھ ہے، اور اس ساتھ میں خاوند کے بیوی پر اور بیوی کے خاوند پر اثرات پڑتے ہیں، لڑکوں کی مائیں کہتی ہیں میرا بیٹا تو بڑا فرمانبردار تھا لیکن جب سے شادی ہوئی اب ہمیں پوچھتا تک نہیں ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیٹی دیندار، نماز روزے کی پابندی اور پردہ دار ہوتی ہے لیکن والدین اس کی شادی کسی بے دین دنیادار کے ساتھ کر دیتے ہیں، کچھ ہی وقت کے بعد وہ نماز روزے سے بھی فارغ اور پردہ بھی چھوڑ دیتی ہے، اس کا ذمہ دار کون ہے؟ یقیناً والدین ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے نکاح کرتے ہوئے دین کو اولین اہمیت دینے کا حکم دیا ہے، فرمایا:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ وَلَأَمَةٌ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِنْ مُشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ(سورة البقرة :221

اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور یقیناً ایک مومن لونڈی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ تمہیں اچھی لگے اور نہ (اپنی عورتیں) مشرک مردوں کے نکاح میں دو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور یقیناً ایک مومن غلام کسی بھی مشرک مرد سے بہتر ہے، خواہ وہ تمہیں اچھا معلوم ہو۔

بیوی اور بچوں کے حقوق:

نکاح کے بعد ان کے حقوق کا پورا خیال رکھو، اگر اللہ بچوں سے نوازے تو ان کے حقوق پورے کرنا فرض ہے۔

طلاق کے احکام:

○ اگر کبھی زندگی کی گاڑی کو بریک لگ جائے تو پورے تحمل کے ساتھ فیس کرنا ہے، اور اس معاملے میں بھی ایک دوسرے کا پورا احترام کرنا ہے۔

وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (سورة البقرة:237)

اور آپس میں احسان کرنا نہ بھولو، بے شک اللہ اس کو جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔

عدت کے احکام:

○عدت کا معنی ہوتا ہے وہ مدت جس میں عورت آگے شادی نہ کر سکے، اور یہ ہر عورت کی مختلف ہوتی ہے:

○مطلقہ عورت کی عدتیں تین طرح ہوتی ہیں:

① حاملہ عورت کی عدت بچے کی پیدائش ہے۔

② جس خاتون کو درست طریقے سے ایام آتے ہیں اس کی عدت تین حیض ہے

③ جس خاتون کو کسی وجہ سے درست ایام نہیں آتے اس کی عدت تین ماہ ہے۔

○جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اس کی عدت دو طرح ہے:

① اگر وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت بچے کی پیدائش ہے۔

② اگر حاملہ نہیں، تو چار ماہ دس دن عدت ہے۔

واقعہ طالوت:

بنی اسرائیل کے ایک خاندان پر ایک بادشاہ نے حملہ کر دیا، ہر چیز لوٹ لی، بیوی بچوں کو غلام بنا لیا، مرد ڈر کے مارے بھاگ کھڑے ہوئے، پھر شرمندہ ہو کر ایک جگہ جمع ہوئے اور لشکر تیار کرنے لگے مگر مسئلہ کھڑا ہوا کہ سپہ سالار کون بنے گا، دوسرے علاقے کے نبی کے پاس گئے کہ اب اللہ کے حکم سے ہمارا سپہ سالار مقرر کر دیں، تو اس نبی نے ایک غریب خاندان کے ایک فرد طالوت کو ان کو بادشاہ اور سپہ سالار مقرر کر دیا۔ انھوں نے کہا یہ تو غریب ہے، کیسے ہمارا بادشاہ بن سکتا ہے کسی امیر کو بادشاہ بنائیں تو اس نبی نے کہا:

إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (سورة البقرة:247)

بے شک اللہ نے تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ انہوں نے کہا اس کی حکومت ہم پر کیسے ہو سکتی ہے، جبکہ ہم حکومت کے اس سے زیادہ حق دار ہیں اور اسے مال کی کوئی وسعت بھی نہیں دی گئی؟ فرمایا بے شک اللہ نے اسے تم پر چن لیا ہے اور اسے علم اور جسم میں ازیدہ فراخی عطا فرمائی ہے اور اللہ اپنی حکومت جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

آخر مجبوراً انہیں ماننا پڑا، جب طالوت نے لشکر ترتیب دیا اور دشمن پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہوئے تو چونکہ کچھ لوگوں نے انہیں دل سے تسلیم نہیں کیا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا اور فرمایا:

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ فَشَرِبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلَاقُو اللَّهِ كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (سورة البقرة: 249)

پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر جدا ہوا تو کہا بے شک اللہ ایک نہر کے ساتھ تمہاری آزمائش کرنے والا ہے، سو جس نے اس میں سے پیا تو وہ مجھ سے نہیں اور جس نے اسے نہ چکھا تو بے شک وہ مجھ سے ہے، مگر جو اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر پانی لے لے۔ تو ان میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا سب نے اس سے پی لیا۔ تو جب وہ اور اس کے ساتھ وہ لوگ نہر سے پار ہو گئے جو ایمان لائے تھے، تو انہوں نے کہا آج ہمارے پاس جالوت اور اس کے لشکروں سے مقابلے کی کوئی طاقت نہیں۔ جو لوگ سمجھتے تھے کہ یقیناً وہ اللہ سے ملنے والے ہیں انہوں نے کہا کتنی ہی تھوڑی جماعتیں زیادہ جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آ گئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

بالآخر انہوں نے ظالم بادشاہ کے خلاف جہاد کیا، داود علیہ السلام جو ابھی نبی نہیں بنے تھے، اس لشکر کا حصہ تھے، انہوں نے جالوت بادشادہ کو قتل کر دیا، جس سے مسلمانوں کو فتح مل گئی اور داود علیہ السلام قوم کے ہیرو بن گئے، طالوت کی قیادت میں مسلم حکومت قائم ہوگئی اور سیدنا داود علیہ السلام کی وفات کے بعد نبی اسرائیل کے مشہور اور طاقتور ترین بادشاہ بن گئے۔ یہ واقعہ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ امت محمد جنہیں اب امامت عالم کا منصب عطا کیا گیا، انہیں بھی اسی طرح جہاد کرنا اور اسلام کی حکومت قائم کرنے کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے۔

❀❀❀❀❀❀

رائٹر
الشیخ عبدالرحمن عزیز
03084131740
ہمارے خطبات اور دروس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کیجئے
حافظ زبیر بن خالد مرجالوی 03086222418
حافظ عثمان بن خالد مرجالوی 03036604440
حافظ طلحہ بن خالد مرجالوی 03086222416